30/1/11/11

Name : Shadab Tabssum

Supervision : Prof : Khalid Mahmood

Department of Urdu JMI

Topic : Ahd-e-Sir Syed Main Urdu Maktoob Nigari ka Tehqeeqi-o-Tanqeedi mutala

تلخیص

دواشخاص کے درمیان باہمی گفتگوایک سماجی ضرورت ہےاور جب یہ عمل روبرو ممکن نہ ہوتو ہم اپنے خیالات کا اظہار لکھ کر کرتے ہیں یہ تحریر'خط' کہلاتی ہے۔''خط'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سطر یا تحریر کے ہیں۔خط نگاری تحریری شکل میں باتیں کرنا ہےاس لیے خط کوعرف عام میں 'آدھی ملاقات' بھی کہا جاتا ہے۔

خط دوقسم کے ہوتے ہیں ایک نجی یا ذاتی دوسرے کاروباری یا دفتری۔داخلیت، بے لاگ تنقید، اصلاح سخن جیسے مضامین کے علاوہ سادگی، لطافت، دلچسپ اندازِ بیان، ایجاز واختصار، جزئیات نگاری اور بے تکلفی وغیرہ اچھے خطوط کی خصوصیات ہیں۔

خط کی اہمیت دوسرے تخلیقی کارناموں سے کم نہیں ہے۔جس طرح ادب میں دوسری اصناف کا مطالعہ دلچسپی سے کیا جاتا ہے۔اسی طرح خط بھی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔خط نویسی مہذب سماج کا اہم فن ہے۔اس فن سے نہ صرف انسیت اور محبت برقرار رہتی ہے بلکہ دور رہ کر بھی قربت کا احساس ہوتا ہے۔ہر شخص کی حقیقی حیثیت کا اندازہ کرنے کے لیے خطوط نہایت عمدہ اور کارگر وسیلہ ثابت ہوتے ہیں۔خطوط میں تاریخی مواد بھی موجود ہوتا ہے۔

خط نگاری کا رواج دنیا میں کب سے ہوااور کس زبان میں سب سے پہلے ہوا۔اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا دشوار ہے۔خط نگاری کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی فن تحریر کی۔کاغذ کی ایجاد سے پہلے انسان درختوں کے پتوں، چھالوں اور دھات کی پلیٹوں پر خط لکھتا تھا۔اس طرح خط نگاری کا رواج قدیم عہد سے چلا آ رہا ہے۔

زبان میں عہد بہ عہد تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔خط جس عہد میں لکھے جاتے ہیں، اس عہد کے معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کے ساتھ زبان وبیان کی جملہ خوبیاں اور خامیاں اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں۔اس لحاظ سے اردو کے پہلے مکتوب نگار یا قدیم ترین خط کی تحقیق کا کام بہت اہم ہوجاتا ہے۔اردو خط نگاری میں ایک زمانے تک غالب کو ہی پہلا مکتوب نگار تسلیم کیا جاتا رہا لیکن مختلف مکاتیب کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ حسام الملک طپش دہلوی، راسخ خیرآبادی، راجہ رام موہن رائے، گارساں دتاسی اور افتخار علی شہرت کے دستیاب خطوط غالبؔ سے پہلے لکھے جا چکے تھے۔

تحقیق کا اصول یہ بھی ہے کہ تحریروں کی تقدیم وتاخیر کا تعین سنہ تحریر کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے اردو کے ایک قدیم رقعہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جو پروفیسر مختار الدین آرزوؔ کی دریافت ہےاور کتاب ''واقعات اظفری'' میں درج ہے۔یہ ۱۸۰۳ء کا تحریر کردہ ہےاور اس کی مکتوب نگار فقیرہ بیگم ہیں۔اردو میں ابتدائی دور کے مکتوب نگاروں میں مرزا قتیلؔ کے خطوط کو کافی اہمیت حاصل ہے۔غلام امام شہیدؔ کو مکتوب نگاری کے ایک خاص رجحان مشکل پسندی اور انشاپردازی کے علمبرداروں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن ان کے خطوط کے مجموعے ''انشائے بہار بے خزاں'' میں سادہ سلیس اور رواں دواں خطوط بھی موجود ہیں اس لیے اردو مکتوب نگاری کے اوّلین دور میں ان کا شمار کیا جاسکتا ہے۔رجب علی بیگ سرورؔ کے خطوط

ایک طرف تو اپنے عہد کی تہذیبی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں تو دوسری طرف لکھنوی تہذیب کے مزاج کا مظہر ہیں۔نواب واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے خطوط کو اردو مکتوب نگاری کے ابتدائی نقوش میں شمار کیا جاتا ہے۔غلام غوث بے خبر کو مکتوب نگاری کے ارتقا میں فورٹ ولیم کالج اور غالبؔ کے درمیان کی کڑی کہا جاسکتا ہے۔غالبؔ کی مکتوب نگاری کو خاص رتبہ حاصل ہے۔انھوں نے مکتوب نگاری کو نئی جہتوں سے آشنا کیا اس لیے ان کے زمانے بلکہ ان کے بعد کی مکتوب نگاری بھی عموماً ان کی روش پر چلتی نظر آتی ہے۔

سرسید احمد خاں کا عہد اپنا ایک مخصوص مزاج اور منفرد طرز رکھتا ہے۔اس لیے دورِ سرسید سے اردو کی دیگر اصناف کی طرح اردو مکتوباتی ادب میں بھی نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔سرسید اور ان کے رفقاء کے خطوط میں اپنے عہد کے احوال نیز شخصیات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔اس دور کے مکتوب نگاروں کے خطوط اس خاص طرز کی ترجمانی کرتے ہیں جہاں تاریخ، سوانح نگاری، تحقیق و تنقید، ناول و افسانہ، طنز و مزاح انشائیے اور مضامین نے نثر کو نئی جہت اور وسعت عطا کی اور وہ اس لائق ہوئی کہ تمدنی، مذہبی، سائنسی، اخلاقی، سیاسی، سماجی اور فلسفیانہ مضامین و موضوعات کو پیش کر سکے۔اس دور کا اہم رجحان عقلیت پسندی ہے جس نے ذہنوں کو سوچنے کے نئے زاویے عطا کیے۔اکثر خطوط خاص مقصد کے تحت باہمی خیالات و جذبات کو پیش کرنے کے لیے لکھے گئے۔اس طرح ایک خاص دور کی تہذیب سماجی صورت حال اور تحریک کے نشیب و فراز کا وافر سرمایہ سامنے آیا، جن سے مختلف افراد کے نقطۂ نظر، تاریخی حالات اور تحریکوں کے اثرات کا بھی پتہ چلتا ہے۔اگر چہ اس دور کے خطوط سیاسی، سماجی اور معاشرتی احوال اور اسالیب کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مماثلت رکھتے ہیں لیکن لکھنے والوں کی شخصیت معاشرتی ماحول اور ذاتی حالات ان میں ایک انفرادیت بھی پیدا کرتے ہیں۔

سرسید اور ان کے رفقاء کے خطوط کے علاوہ دیگر مشاہیر ادب کے خطوط اردو مکتوب نگاری میں اہم مقام رکھتے ہیں۔اردو میں رومانی تحریک سرسید کی مقصدیت اور حقیقت پسندانہ نظر کے خلاف ایک طرح کا ردعمل تھا۔اس تحریک کے اثرات کم و بیش اس دور کے بہت سے ادیبوں نے قبول کیے۔اس دور کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ بیسویں صدی بڑی تبدیلیوں کی صدی رہی ہے۔اس دور کے مکتوب نگاروں نے سیاسی، سماجی اور تہذیبی اثرات کو محسوس کیا اور انھیں اپنے فکر و خیال کے اظہار کا وسیلہ بنا کر اپنے خطوط میں بڑی حد تک بے لاگ انداز میں پیش کیا ہے۔ڈاکٹر محمد اقبال، مولوی عبدالحق، ابوالکلام آزاد، اکبرالہ آبادیؔ، امیر مینائی، داغؔ دہلوی، مہدی افادیؔ، پریم چند، نیازؔ فتح پوری وغیرہ کے خطوط میں زبان و ادب کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ نامور ہستیوں کے مکاتیب ان کے مذاق، مزاج، رجحان، ادبی کارناموں اور عملی سرگرمیوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنے کا سب سے مستند اور کارآمد ذریعہ ہوتے ہیں۔

خطوط کی تاریخی و ادبی اہمیت سے کسی طرح انکار ممکن نہیں۔خطوں میں زیر بحث آئے ادبی مسائل اور اصلاحات سے عہد بہ عہد زبان و ادب میں ہوئی تبدیلیوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔خطوط میں ادبی مسائل کا ذکر اور فنکاروں کے شخصی افکار و نظریات کی جھلک نظر آتی ہے۔خطوط کے وسیلے سے ہی فنکار کی تخلیقات و تصنیفات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔اس لیے خطوط کو ادبی سرمایہ کہا جاتا ہے۔خطوط کے ذریعہ اس دور کے سیاسی سماجی، معاشی، مذہبی اور دیگر تمام حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔اس لیے انھیں کو تاریخ کا ایک اہم جز بھی قرار دیا جاتا ہے۔

زمانۂ قدیم سے ہی مشاہیر و اکابر کے ملفوظات و مکتوبات جمع کرنے کا رواج رہا ہے۔اسی ذیل میں بادشاہوں کے فرامین بھی آتے ہیں۔ان سے اکثر اہم تاریخی واقعات اور خط نگار کے نجی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔کمپیوٹر اور موبائل کی ایجاد کے بعد خط نویسی کا زور کچھ کم ضرور ہوا ہے اس کے باوجود آئے دن خطوں کے مجموعے منظرِ عام پر آکر اپنی اہمیت کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

■ ■